قرآن کی مختصر ترین سورت

جناب محمد رفیق صاحب گجراتی

تعارف | قرآن حکیم کی مختصر ترین سورت کا نام "الکوثر" ہے۔ اس کی تین آیتیں اور کل بارہ الفاظ ہیں۔ اس قدر اختصار کے باوصف یہ سورہ قرآن کے اعجازِ کلام کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کے صرف ۴۲ حروف میں اتنا کچھ کہہ دیا گیا ہے جسے ادا کرنے سے دنیا کی تمام زبانیں قاصر ہیں۔

اس کے الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۞ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۞

ہم نے تجھے کوثر عطا کر دیا، پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور اُسی کے لیے قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

زمانۂ نزول | جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورہ مکی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، کلبی اور مقاتل کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر حضرت حسن بصری، عکرمہ، مجاہد اور قتادہ رحمہم اللہ نے اسے مدنی کہا ہے۔ ان حضرات کے اس قول کی بنیاد دراصل حضرت انسؓ کی وہ روایت ہے جسے امام مسلم اور ابو داؤد وغیرہم نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

عن انس قال بینا رسول اللہ صلی اللہ	حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ذات یوم بین اظہرنا،	علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ استنے میں
اذا اغفیٰ اغفاءۃ، ثم رفع رأسہ	آپؐ پر اُونگھ سی طاری ہوئی پھر آپؐ نے مسکراتے

متبسما، فقلنا: ما اضحك	ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا، اس پر ہم نے عرض کیا
یا رسول اللہ؟ قال: انزلت علی آنفا	اے اللہ کے رسولؐ آپ کس بات پر مسکراتے ہیں، آپؐ
سورۃ، فقرأ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	نے فرمایا: مجھ پر ایک سورت ابھی نازل ہوئی ہے، پھر
إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّكَ	آپؐ نے بسم اللہ پڑھ کر سورۃ کوثر تلاوت کی۔ پھر ہم
وَانْحَرْ ۞ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۞	سے پوچھا جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کی:
ثم قال أتدرون ما الکوثر؟	اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ اس پر فرمایا: یہ
فقلنا اللہ ورسولہ اعلم۔ قال:	ایک نہر ہے جس کے دینے کا میرے پروردگار عزوجل
فانہ نہر وعدنیہ ربی عزوجل	نے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ بہت بڑی دولت ہے اور یہی
علیہ خیر کثیر ھو حوض ترد علیہ	حوض ہے جس پر قیامت کے روز میری امت پہنچے گی۔
امتی یوم القیامۃ آنیتہ عدد النجوم	اس کے پیالے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

(مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ)

یہ حضرات کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت انسؓ مدینہ میں تھے لہٰذا اس سورت کا نزول بھی مدینے ہی میں ہوا ہے اور یہ روایت بھی اس پر گواہ ہے۔

مگر انہی حضرت انسؓ سے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور دیگر محدثین نے وہ مستند روایات بیان کی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں نہر کوثر دکھائے جانے کا تذکرہ موجود ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے کہ واقعۂ معراج ہجرت سے قبل مکہ میں پیش آیا تھا۔ اس لیے مجرد اس روایت کی بنیاد پر اس سورت کو مدنی قرار نہیں دیا جا سکتا ـــــ پھر اس سورہ کا مضمون خود اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ یہ مکی دور ہی میں نازل ہوئی اور مکی دور بھی وہ جس میں دعوتِ اسلامی کی مخالفت شدید ہو چکی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی نہایت بے سروسامانی کے عالم میں کفارِ مکہ کے مظالم برداشت کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور اطمینان کے لیے یہ سورہ نازل فرمائی۔

شانِ نزول: اس سورہ کی شانِ نزول کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ حضرت ابن عباسؓ، مجاہد، سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ سورہ عاص بن وائل کے

بارے میں اُتری ہے ۔ جب کسی مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا ہے تو یہ شخص کہتا ، دعوہ فانہ رجل ابتر ، لاعقب لہ فاذا ھلک انقطع ذکرہ ۔ " اس کو چھوڑو ، یہ تو لاولد آدمی ہے ، اس کا کوئی پیچھے ہے نہیں ، جب مر جائے گا تو اس کا نام ونشان مٹ جائے گا " ۔ نیز یہ شخص کہا کرتا تھا کہ انا شانی محمد " میں محمدؐ کا دشمن ہوں " ۔ چنانچہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ نازل فرمائی ۔

۲ ۔ شمر بن عطیہ کا قول یہ ہے (اور اس کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ کا بھی ایک قول ہے) کہ یہ سورہ عُقبہ بن ابی مُعیط کے متعلق اُتری جو یہ کہتا تھا کہ ، اس نبی کا کوئی بیٹا نہیں ۔ اس کے مرنے کے بعد کوئی اس کا نام لیوا نہیں رہے گا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی ۔

۳ ۔ عکرمہ اور شہر بن حَوشب کے نزدیک یہ سورہ یہودی سردار کعب بن اشرف اور سردارانِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی ۔ (اس کی تائید میں بھی حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول موجود ہے) ۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ،

قدم کعب بن الأشرف مکۃ فقالت لہ قریش أنت سیدھم ألا تری إلی ھذا الصنبر المنبتر من قومہ ؟ یزعم أنہ خیر منا و نحن أھل الحجیج و أھل السدانۃ و أھل السقایۃ ۔ فقال : " أنتم خیر منہ ۔ قال فنزلت إنّ شانئک ھو الأبتر ۔	کعب بن اشرف مکہ آیا تو قریش نے اس سے کہا ؟ تم مدینہ والوں کے سردار ہو ، اس آدمی کو دیکھو جو اپنی قوم سے کٹ کر جدا ہو گیا ہے اور اس پر بھی اپنے آپ کو ہم سے بہتر خیال کرتا ہے ، حالانکہ ہم حاجیوں کے نگران ، خانہ کعبہ کے متولّی اور کلید بردار اور حاجیوں کو پانی پلانے والے ہیں ۔ اس پر کعب بولا " تم اس سے بہتر ہو " اس پر آیت إنّ شانئک ھو الأبتر اُتری ۔

اس روایت کو ابن جریر اور بزّار نے بھی صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے ۔

۴ ۔ عطاء کا قول ہے کہ ابو لہب کے بارے میں یہ سورہ اُتری ہے ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صاحبزادہ فوت ہوا تو ابو لہب نے مشرکین مکہ کے پاس جا کر کہا : بتر محمد اللیلۃ ۔ " محمدؐ رات کو

لا ولد ہو گیا"۔ چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اُتاری۔

۵۔ حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول یہ ہے کہ یہ سورہ ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب حضورؐ کے صاحبزادے فوت ہوئے تو ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے جا کر کہا: بتر محمدؐ "محمدؐ لا ولد ہو گیا"۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

یہ پانچوں اقوال حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں درج کر دیے ہیں۔ ایک عام قاری یہ دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے کہ اتنے مختلف اقوال ایک ہی سورہ کی شانِ نزول میں موجود ہیں۔ اکیلے حضرت ابن عباسؓ ہی سے اس سورہ کی شانِ نزول کے بارے میں چار اقوال ملتے ہیں۔ دراصل یہ اُلجھن شانِ نزول کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔ صحابہ و تابعین کے نزدیک کسی آیت کی شانِ نزول کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس آیت کے عمومی حکم کا اطلاق چونکہ فلاں فلاں واقعے پر بھی ہوتا ہے لہٰذا وہ تمام واقعات بھی اس آیت کی شانِ نزول ہیں۔ گویا شانِ نزول کا تعلق کسی متعین و محدود وقت سے نہیں ہوتا بلکہ حالت و کیفیت کی یکسانی سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی سورہ میں شَانِئَكَ (تیرا دشمن) کا لفظ جو آیا ہے اس سے مراد ہر وہ شخص یا گروہ ہے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھے، قطع نظر اس سے کہ وہ خاکِ مکہ کا ابوجہل ہو یا دنیائے عجم کا ابوالفضول، آج سے چودہ سو برس پہلے پیدا ہوا ہو یا چودہ سو برس بعد متولد ہو۔

ماقبل سورہ سے ربط اس سورہ سے قبل سورۂ ماعون میں مشرکین مکہ کی تکذیبِ دین بیان کی گئی ہے جس کے ثبوت کے طور پر اُن کی تین صفات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا یعنی بخل، نماز سے بے پروائی اور ریاکاری۔ اب اِس سورۃ میں ان تینوں صفات کے مقابل میں انفاق فی سبیل اللہ، نماز کی پابندی اور اخلاص و للّٰہیت کی تین صفات سے حضورؐ کو متّصف کیا گیا۔ اِس طرح ان سورتوں میں دونوں طرف کی دین پرستی کا حقیقی نقشہ کھینچ کر بتا دیا گیا کہ دیکھنے والی ہر آنکھ کے لیے حق و باطل میں امتیاز کرنا مشکل نہ رہے۔ سب لوگ اچھی طرح سے جان لیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا سچا پیروکار کون ہے اور اُن کے نام کو بٹہ لگانے والے کون کون سے لوگ ہیں۔ تصدیقِ دین کس گروہ کا شیوہ ہے اور تکذیبِ دین کس گروہ کا پیشہ۔

اس طرح یہ سورہ اپنی ماقبل سورہ کے بعد یوں آتی ہے جیسے عذاب کے بعد انعام اور دوزخ

کے بعد جنت کا ذکر آتا ہے۔ قرآن حکیم میں "مقابلہ" کا یہ اسلوب بہت عام ہے۔

مابعد سورہ سے ربط سورۂ کوثر میں دشمنوں کے مقابل میں خیر و برکت اور عزت و شوکت کی بشارت دی گئی ہے۔ آگے کی سورہ (کافرون) میں یہ بتایا گیا ہے کہ چونکہ چراغ مصطفوی اور شرار بولہبی میں ازلی دشمنی ہے اس لیے اب کفار مکہ سے بالکل علیحدگی اور قطع تعلق کا اعلان کر دیا جاتا ہے اور یہ ایک قسم کا اعلانِ جنگ ہے۔ پھر آگے کی سورہ (نصر) میں فتح و نصرت اور غلبہ کا پیغام دیا گیا ہے۔ اس طرح ان سورتوں کے مابین گہرا معنوی ربط پایا جاتا ہے۔

إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ

لغوی تحقیق أَعْطَيْنَا أَعْطَى يُعْطِي إِعْطَاءً سے فعل ماضی جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ لغت میں إِعْطَاءٌ کے معنی إِنَالَهُ کے ہیں یعنی کسی کو کوئی چیز دینا، بخشنا، عطا کرنا، عنایت کرنا ــــ

كَوْثَرٌ یہ کثیر سے فَوْعَلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے نفل سے نوفل اور جہر سے جوہر۔ کوثر کے لغوی معنی 'خیر کثیر' کے ہیں، یعنی بہت زیادہ مال یا بھلائی ۔ اَلْكَوْثَرُ اسی سے اسم معرف باللام ہے، اور یہ لفظ بطور صفت بھی مستعمل ہے۔ اس وقت اس کے معنی "بہت زیادہ مال و ثروت والا یا بہت زیادہ بھلائی والا شخص" کے ہوتے ہیں۔ الکمیت کہتا ہے ؎

وانت کثیر یا بن مروان طیب ۔۔۔ وکان ابوك ابن العقائل کوثرا

اے ابن مروان تم بہت مال والے اور بھلے آدمی ہو اور تمہارا باپ جو شریف زادوں کا بیٹا تھا بہت زیادہ مال و ثروت والا اور بہت بھلا آدمی تھا۔

کوثر کی تاویل کوثر کی تاویل کے بارے میں سلف سے تین مشہور اقوال ملتے ہیں:

۱۔ کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس کا مشاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں کرایا گیا تھا۔ اس تاویل کو حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انسؓ، مجاہد اور ابو العالیہ نے اختیار کیا ہے۔ روایات صحیحہ کی رو سے اس نہر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور اس کی مٹی مشک سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔ اس کے کنارے سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہیں جن پر عمدہ موتیوں کے محل ہیں۔ اس کی تہہ میں کنکر پتھروں کے بجائے یاقوت، مرجان اور زبرجد پڑے ہیں۔ اس کے کناروں

پر آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر پیالے رکھے ہیں جس نے ایک دفعہ اس کا پانی پی لیا اُسے کبھی پیاس محسوس نہ ہوگی اور جو اس سے محروم رہا اُسے کبھی سیرابی نصیب نہ ہوگی۔

بخاری کتاب التفسیر میں ہے:

عن أنس رضی الله عنه قال: لمّا عرج بالنبی صلّی الله علیه وسلم الی السماء، قال: أتیت علی نهر حافتاه قباب اللؤلؤ مجوّفا۔ فقلت ما هذا یا جبریل؟ قال هذا الکوثر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے (واپس آکر) فرمانے لگے: میں ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر اندر سے کھلے کیے ہوئے موتیوں کے گنبد تھے۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا: یہ کوثر ہے۔

عن ابی عبیدة عن عائشة رضی الله عنها قال سألتها عن قوله تعالیٰ: إنّا أعطیناك الکوثر، قالت نهر أعطیه نبیکم صلّی الله علیه وسلم شاطئاه علیه درّ مجوّف آنیته کعدد النجوم۔

ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ ایک نہر ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر اندر سے خالی موتی ہیں، اس کے (پینے کے) پیالے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں......

۲۔ کوثر سے مراد حوض ہے جو محشر کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا۔ اس سے آپؐ مومنین کو سیراب فرمائیں گے۔ یہ تاویل عطاؒ سے مروی ہے۔ روایات میں اس حوض کے پانی کی وہی خصوصیات ملتی ہیں جو نہر کوثر کے پانی کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ اس حوض پر بہت ہجوم ہوگا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اُمتیوں کو ان کے وضو میں دھوئے جانے والے اعضاء کی چمک دمک سے پہچان لیں گے اور وہاں اپنی امت کی کثرت پر خوشی کا اظہار فرمائیں گے۔

حوض کوثر کے بارے میں بکثرت صحیح روایات موجود ہیں۔ مثلاً حضورؐ نے فرمایا:

انا فرطکم علی الحوض (متفق علیہ)	میں تم سے پہلے حوض پر ہوں گا۔
انا فرطکم علی الحوض لیرفعن الی رجال منکم، حتیٰ اذا اھویت لاناولھم، اختلجوا دونی، فاقول ای رب اصحابی، یقول: لا تدری ما احدثوا بعدک۔ (بخاری، کتاب الفتن، عن ابی وائل عن عبداللہ)	میں تم سے پہلے حوض پر پہنچا ہوا ہوں گا، کچھ لوگ میرے قریب لائے جائیں گے۔ جب میں انہیں پانی پلانا چاہوں گا تو وہ مجھ سے دُور ہٹا دیے جائیں گے، میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے صحابہ ہیں، وہ فرمائے گا، تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیسے اعمال کیے ہیں۔

۳۔ کوثر سے مراد "خیر کثیر" ہے اور اس کا اطلاق دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے تمام انعامات و احسانات پر ہوتا ہے۔ اس تاویل کو حضرت ابن عباسؓ سعید بن جبیر، عکرمہ، قتادہ اور مجاہد نے اختیار کیا ہے۔

ان اقوال میں تطبیق مذکورہ بالا تینوں اقوال میں سے پہلے اور دوسرے قول میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ عین ممکن ہے کہ نہر کوثر ہی سے یہ حوض جاری ہو۔ صحیح احادیث سے اس امر کی پوری پوری تائید ہوتی ہے۔

..... ثم قال اتدرون ما الکوثر؟ فقلنا: اللہ ورسولہ اعلم۔ قال: فانہ نھر وعدنیہ ربی عزوجل علیہ خیر کثیر ھو حوض ترد علیہ امتی یوم القیامۃ، آنیتہ عدد النجوم (مسلم کتاب الصلوٰۃ۔ عن انس)	..... پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ ایک نہر ہے جس کے دینے کا وعدہ خدائے عزوجل نے مجھ سے کیا ہے۔ اس میں خیر کثیر ہے اور یہ حوض ہے۔ قیامت کے روز میری امت اس پر پہنچے گی۔ اس کے پیالے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

حوضِ کوثر کے بارے میں ایک اور روایت ہے کہ:

یغت فیہ میزابان یمدانہ من الجنۃ احدھما من ذھب والآخر من ورق۔ (مسلم کتاب الفضائل عن ثوبانؓ)	اس میں جنت سے دو نالیاں لاکر ڈال دی جائیں گی جو اُسے پانی فراہم کریں گی۔ ان میں سے ایک سونے کی بنی ہوگی اور دوسری چاندی کی۔

اور اس روایت کی تصریح ملاحظہ ہو:

یفتح نهر من الكوثر الى الحوض	کوثر سے حوض کی جانب ایک نہر کھول دی جائے گی

(مسند احمد عن عبداللہ بن مسعودؓ)

پھر نہر کوثر اور خیر کثیر کی تاویلوں میں تطبیق دینا بہت آسان ہے۔ وہ اس طرح کہ نہر کوثر کو بھی خیر کثیر کے ان گنت انعامات میں سے ایک انعام سمجھا جائے اور یوں عام اور خاص میں مطابقت پیدا کی جائے۔ حضرت ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؒ سے یہی تطبیق منقول ہے:

حدثنا ابو بشر عن سعيد بن	ابو بشر نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے
جبير عن ابن عباس رضي الله	ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کوثر کے
عنهما انه قال في الكوثر هو	بارے میں کہا کہ یہ وہ "خیر" ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ
الخير الذي اعطاه الله اياه،	کو عطا کی۔ ابو بشر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر
قال ابو بشر قلت لسعيد بن	سے کہا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کوثر جنت
جبير فان الناس يزعمون	کی ایک نہر ہے تو سعید نے کہا کہ یہ جنت
انه نهر في الجنة، فقال	کی نہر بھی اسی "خیر" سے ہے جو اللہ
سعيد النهر الذي في الجنة	تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔
من الخير الذي اعطاه الله اياه	(بخاری، کتاب التفسیر)

کوثر کی تاویل میں سلف سے اور بھی بہت سے اقوال منقول ہیں۔ ان سب کو امام قرطبیؒ اور امام رازیؒ نے اپنی اپنی تفسیروں میں جمع کر دیا ہے۔ ان میں کوثر سے مراد نبوت، قرآن، اسلام، حکمت، اولادِ نبیؐ، علماءِ امت، کثرتِ امت، کلمۂ طیبہ، سورۂ کوثر، حضورؐ کے فضائل، آپؐ کا علم، آپؐ کے اخلاقِ حسنہ، آپؐ کا حسنِ شہرت، دنیا میں آپؐ پر ہونے والے تمام انعامات، آپؐ کی شفاعتِ کبریٰ، مقامِ محمود، نمازِ پنجگانہ وغیرہ لیے گئے ہیں۔ دورِ جدید میں امام فراہیؒ نے کوثر سے خانہ کعبہ مراد لیا ہے۔ ان کے نزدیک دنیا میں اس سے مراد خانہ کعبہ ہے اور آخرت میں جنت کی نہر کوثر اسی خانہ کعبہ کی روحانی تمثیل ہے۔

مندرجہ بالا تمام تاویلات دراصل 'خیر کثیر' کے مفہوم کو آثار و قرائن سے متشخص و متعین کرنے کی

کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ یہ کوششیں اس لیے بھی ضروری سمجھی گئیں تاکہ ذہن کسی محسوس پیکر یا معلوم خیال کی طرف آسانی سے منتقل ہو سکے۔ اس کے لیے دنیا و آخرت میں جو عظیم نعمت بھی حضورؐ کو عطا ہوئی وہ 'کوثر' کہلائی۔ گویا یہاں بھی وہی معاملہ درپیش آیا کہ:

ہرچند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

لیکن لفظِ کوثر بلکہ الکوثر کی وسعتوں کو محدود کرنا، اس کی کثرتوں کو احاطۂ خیال میں لانا اور اس کے معنوی جلوؤں کو تصور کے پردۂ سیمیں پر لانا قطعاً ناممکن ہے۔ ہمارے نزدیک اس سے مراد 'خیرِ کثیر' کا عمومی مفہوم ہی ہے اور ہم کوثر کے لیے اسی کو صحیح تاویل قرار دیتے ہیں۔ اس سے ان روایات کا انکار لازم نہیں آتا جن میں اس سے مراد جنت کی نہر یا حوض ہے۔ کوثر یعنی خیرِ کثیر میں اتنا وسیع ظرف موجود ہے کہ جس میں ہر چیز کی سمائی ہو سکتی ہے۔ گویا اس کی وہی کیفیت ہے کہ:

عبارا تنا شتی وحسنک واحد وکل الی ذات الجمال یشیر

اس طرح کوثر کا یہ خواب اپنی تعبیروں کی کثرت کے باوصف پریشان نہیں ہوتا کیونکہ لغت کی رُو سے بھی یہی تاویل عمدہ ہے اور اسی سے قرآن، حدیث اور آثار سب میں توفیق و تطبیق پیدا ہو جاتی ہے۔

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ اب ہم سورۂ کوثر کی اس پوری آیت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض خاص امور کی طرف مجمل اشارات کریں گے۔

الفاظ کا در و بست اور فصاحت و بلاغت سب سے پہلے الفاظ کے در و بست اور ان کی فصاحت و بلاغت پر غور کیجیے۔

آغاز میں حرفِ تاکید اِنَّ اور ضمیرِ جمع متکلم نَا یعنی اِنَّآ آیا ہے۔ کلامِ الٰہی میں اِنَّ کے آنے سے مزید تاکید پیدا ہو گئی ہے۔ ضمیرِ جمع متکلم کا استعمال لغت اور قرآن کی رُو سے کبھی جمع کے لیے اور کبھی تعظیم کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں یہ جمع کے لیے قطعاً نہیں آسکتی کیونکہ خدا تو ایک ہی ہے لہٰذا اسے یہاں صرف تعظیم ہی کے لیے ماننا پڑے گا۔ اس ضمیر نے اس امر کی طرف واضح اشارہ کر دیا کہ کوثر عطا کرنے والی ذات کوئی معمولی ذات نہیں بلکہ بہت بڑی ہستی ہے۔ اس لیے اس کا عطیہ بھی غیر معمولی ہو گا۔

پھر دیکھیے یہاں فعل کو مبتدا پر بھی مقدم کر دیا گیا ہے جس سے کلام میں خاص تاکید و توجہ پیدا ہو گئی ہے۔ قرآن حکیم میں تاکید و تخصیص پیدا کرنے کے لیے الفاظ کی تقدیم و تاخیر کر دینے کا اسلوب عام ہے اور فعل کو مبتدا پر مقدم کرنے کا اسلوب اسی کی ایک فرع ہے۔ اس کی ایک مثال سورۃ الحج کی آیت ۴۶ ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ	تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ دل اندھے
تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ	ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

یہاں پر فَاِنَّ الْاَبْصَارَ لَا تَعْمٰی نہیں فرمایا گیا بلکہ فعل کو مبتدا پر مقدم کر کے اس سے تاکید کا مفہوم پیدا کیا گیا۔

پھر غور کیجیے اَعْطَیْنَا (ہم نے عطا کر دیا) فعل ماضی استعمال ہوا ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ سَنُعْطِیْکَ (ہم عنقریب تجھے عطا کر دیں گے) بلکہ پیش گوئی کے امر کی واقعیت اور قطعیت ظاہر کرنے کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ گویا کوثر عطا کرنے کا واقعہ رونما ہو چکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عطیہ مل گیا۔ قرآن میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کو ان کی قطعیت کی بنا پر فعل ماضی میں بیان کرنے کا اسلوب بہت عام ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا	اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھی اور کتاب
وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ	رکھ دی گئی اور انبیاء اور گواہوں کو لے آیا گیا اور
وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ	ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا گیا اور ان پر
وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ٥ (الزمر۔ ۶۹)	کوئی ظلم ہونے والا نہیں۔

اس آیت میں اَشْرَقَتْ، وُضِعَ، جِایْٓءَ اور قُضِیَ سب فعل ماضی کے صیغے ہیں اور معاملے کی قطعیت کی وجہ سے استعمال ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ سارا واقعہ آئندہ قیامت کے روز پیش آنے والا ہے۔ لیکن بیان اس طرح کیا گیا ہے کہ گویا وہ ہو گیا۔

پھر دیکھیے "الکوثر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے، اور اس کی کثرت اور وسعت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ یہ لفظ کثرت در کثرت اور کثرت بالائے کثرت کا مفہوم رکھتا ہے پھر اسے معرّف باللام کر کے کثرت و برکت کی جمیع انواع کو سمیٹ لیا گیا ہے۔

پھر اس لفظ کوثر کو صفت کے طور پر لایا گیا اور اس کا موصوف حذف کر دیا گیا تاکہ ذہن انسانی خیر و برکت اور کثرت و فیضان کی کسی ایک چیز میں محدود نہ رہے بلکہ انسان کا خیال و تصور حسن بھلی اور مفید، کثیر اور

وسیع اشیاء کا احاطہ کر سکتا ہے وہ سب کی سب اس میں آ گئیں۔ امام رازیؒ کے بقول اس میں خیرات الدنیا و خیرات الاخرۃ سب شامل ہیں۔

پھر ذرا تدبر کیجیے کہ کوثر کا یہ عطیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کی جزا کے طور پر نہیں دیا گیا اور نہ یہ آپ کے منصب رسالت و نبوت کے لحاظ سے آپ کو ملا ہے۔ کیونکہ اس سے قبل اس طرح کی کوئی علت بیان نہیں ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا محض فضل و احسان ہی سمجھا جائے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے ساتھ مخصوص ہے۔ لفظ اَعْطَيْنٰكَ میں كَ کی ضمیر اسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے

کوثر کے اس عطیے کا خدا تعالیٰ کا محض فضل و احسان ہونا اور اس کا جزائے عمل نہ ہونا صاف طور پر بتاتا ہے کہ یہ کوئی عارضی اور محدود شے نہیں ہے بلکہ ایک مستقل، پائیدار اور غیر محدود چیز ہے کیونکہ کسی صالح سے صالح عمل کی جزا بھی بہر حال ایک مقررہ حد، مقدار اور وقت میں محدود ہوتی ہے۔ مزید برآں اعطاء کا لفظ اپنے اندر تملیک و تخصیص کا پہلو بھی رکھتا ہے۔ سورۂ صٓ میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہونے والے انعامات کا تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (آیت ۳۹)

یہ ہماری بخشش ہے۔ پس (چاہے اب کسی کو اس میں سے کچھ دے کر) احسان کرے یا اپنے پاس رکھے، (اس کا تجھ سے) کوئی حساب نہیں (لیا جائے گا)

اگر یہاں سورہ میں اَعْطَيْنٰكَ کے بجائے اٰتَيْنٰكَ (ہم نے تجھے دے دیا) کا لفظ آتا تو اس سے یہ مفہوم پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

پھر غور فرمائیے کہ اس آیت کا اندازِ مخاطبت اپنے اندر کیا شرف و فضیلت رکھتا ہے۔ اس میں مخاطِب اور مخاطَب کے لیے اسمائے معرفہ کا نہیں بلکہ ضمائر کا استعمال ہوا ہے۔ قرآن حکیم نے جب موسیٰ علیہ السلام کے شرف و مقام کا ذکر کیا تو فرمایا:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النساء: ۱۶۴)

اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا۔

مگر جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا تو یوں گویا ہوا:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

ہم نے تجھے کوثر عطا کر دیا۔

کلام کے دونوں انداز دیکھیے۔ ایک میں متکلم اور مخاطب کے لیے اسماء معرفہ آئے ہیں اور دوسرے

میں ضمائر استعمال ہوئے ہیں۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ ان میں کون سا خطاب زیادہ اشرف و افضل ہے اور اپنے اندر کیا امتیاز و خصوصیت رکھتا ہے ؟

اس آیت پر یہ ایک سرسری نگاہ ہے جس سے اس کے الفاظ کا در و بست اور ان کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

کوثر کی بشارت پروردگارِ عالم کی طرف سے کوثر کی یہ بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے میں اس وقت دی گئی جب آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر کفارِ قریش نے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ سرزمین مکہ، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیلؑ کے ذریعے پرندوں تک کے لیے امن و سلامتی کا گہوارہ قرار دیا تھا، آج اُسی کو خلیل اللہ کے نام لیواؤں نے ملّتِ ابراہیمی کے سچے پیروکاروں کے لیے ایک عظیم اذیت گاہ میں تبدیل کر دیا تھا۔ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والے ہر مسلمان کو تحقیر، نفرت، عداوت، سب و ستم اور تشدد کا نشانہ بنانا پڑتا تھا۔ قریش مکہ کی رعونت کا یہ عالم تھا کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنی گم کردہ متاعِ حق کا بڑھ کر خیر مقدم کرتے، اُلٹا اُس کا منہ چڑاتے تھے۔ وہ اس زعم میں مبتلا تھے کہ اُن کے اندر ایک ایسے بے کس و بے نوا شخص نے ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے جس کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں۔ اس لیے جب یہ خود دُنیا سے اُٹھ جائے گا تو اس کے ساتھ ہی یہ ہنگامہ بھی دفن ہو جائے گا۔ پھر اس کے ساتھی رہیں گے نہ اس کی یہ دعوت و تبلیغ باقی رہے گی۔

مگر یہ اُن کی خام خیالی تھی!

اللہ رب العالمین نے پیغمبرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمادیا: اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ گویا ہم نے تجھے اس سے بھی بہت زیادہ عطا کر دیا ہے جس قدر طلب و تمنا کی جا سکتی ہے۔ آپؐ کی جسمانی اولاد بھی قیامت تک باقی رہے گی اور روحانی اولاد کی کثرت آپؐ کے لیے آخرت میں بھی سرمایۂ افتخار ہو گی۔ دنیا میں فتح و نصرت، عزت و شوکت اور شہرت و برکت کا تاج بھی آپؐ ہی کے سر پہ ہے اور آخرت میں مقام و مرتبہ، رفعت و عظمت اور جنت و کوثر آپؐ ہی کے لیے چشم براہ ہیں۔ اس کے برعکس آپؐ کے دشمن دنیا میں بھی ذلیل و رسوا اور مغلوب و مرعوب ہوں گے اور عقبیٰ میں ذلت و نامرادی اور بدبختی و محرومی انہی کے لیے منتظر ہیں۔